عشرۂ ذی الحجہ ◈ یومِ عرفہ ◈ تکبیر تشریق

ہم اپنی قربانی کیسے کریں؟

قربانی ◈ عیدالاضحیٰ کے حقائق ◈ فضائل و مسائل

مؤلف

مولانا غیاث احمد رشادی

ناشر

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ-۶۷۵

واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-الہند

قانونی انتباہ — تحریری اطلاع کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی اجازت ہے

نام کتاب	ہم اپنی قربانی کیسے کریں؟
مؤلف	**مولانا غیاث احمد رشادی**
صفحات	......۴۰......
سن اشاعت	۱۹۹۳ء،۱۹۹۴ء، ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۰ء، ڈسمبر ۲۰۰۴ء، ڈسمبر ۲۰۰۵ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار
کمپیوٹر پروسس	محمد مجاہد خان، فون:9985359583
قیمت	Rs. 15/-

ناشر

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر اسوسی ایشن،رجسٹرڈ ۔ ٦٧٥

احاطہ مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد، انڈیا۔فون 24551314

ویب سائٹ : www.rashadibooks.com

ای میل:garashadi@gmail.com

ملنے کے پتے

- مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ نمبر-٦٧٥، نزد یونیک ہائی اسکول، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-فون:24551314
- ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد-
- دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد
- الاوراق پبلیشرز، کرما گوڑہ، حیدرآباد-
- کلاسیکل آٹوموٹیو، 324 C.M.H. Road، اندرانگر، بنگلور-
- ھدیٰ ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد-
- کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد-
- محمد مجاہد خاں، اکبرباغ، ملک پیٹ، حیدرآباد، 9985359583

فہرست مضامین

قربانی کی دعاء ۵
قربانی حکم قرآنی ۶
ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی حقیقت ۷
ذی الحجہ کی خاص دو عبادتیں ۹
اس عشرہ میں ایسا نہ کیجئے ۹
یوم عرفہ کی حقیقت ۱۰
غلط فہمی کا ازالہ ۱۱
تکبیر تشریق کیوں پڑھی جائے؟ ۱۲
تکبیر تشریق یہ ہے ۱۳
تکبیر تشریق عورتیں بھی پڑھیں ۱۳
تکبیر تشریق کے مسائل ۱۳
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال قربانی ۱۴
بردبار لڑکے کی بشارت ۱۵
فرزند کی ولادت ۱۵
صبر آزما خواب ۱۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کیا کہا؟ ۱۷
کباب میں ہڈی ۱۸
پیشانی کے بل لٹا دیا ۱۸
گلا کیوں کٹتا نہیں؟ ۱۹
آفاقی اعلان ۱۹
مخلص کو کیسا صلہ ملتا ہے؟ ۱۹

ذبحِ عظیم عطا ہوا ۲۰
تا قیامت سلسلہ جاری ۲۱
قربانی کی تعریف ۲۱
دل کی خوشی سے قربانی کیجئے ۲۱
قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ ۲۲
قربانی کرنے میں حضور ﷺ کی پابندی ۲۴
قربانی کا مقصد ۲۴
قربانی کے ایام ۲۵
قربانی کا جانور ایسا ہو ۲۶
قربانی کا جانور ایسا نہ ہو ۲۷
قربانی کے حصے ۲۸
قربانی کے جانور کی عمر ۲۹
قربانی کس پر واجب ہے؟ ۳۰
قربانی کا طریقہ ۳۰
قربانی کے گوشت کا حکم ۳۲
قربانی کرنے میں کوتاہیاں ۳۴
چرمِ قربانی کا مصرف ۳۵
کیا قربانی کے ساتھ عقیقہ درست ہے؟ ۳۶
قربانی کی قضا ۳۶
یکم شوال اور دس ذی الحجہ (عیدین) ۳۶
نماز اور خطبہ ۳۷
عید الاضحیٰ میں حضور ﷺ کا معمول ۳۸
عیدگاہ جائیں اور آئیں کیسے؟ ۳۹

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قربانی کی دعاء

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنِ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنِ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذَالِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنُ اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَرُ ○

اور ذبح کے بعد یہ دعاء پڑھیں

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ ○

اگر کسی دوسرے کی طرف سے قربانی ہو تو **مِنِّیْ** کے بجائے **مِنْ فُلَان......** کہدے

قربانی حکم قرآنی

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (سورۃ الکوثر:۳)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کوثر (دنیا اور آخرت کی ہر خیر) عطا فرمانے کے بعد اس کے شکر کے طور پر حضور ﷺ کو دو اعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، شکر کی پہلی صورت بدنی عبادت سے متعلق ہے کہ آپ اپنے رب کیلئے نماز پڑھیئے اور دوسری صورت مالی عبادت سے متعلق ہے کہ آپ قربانی کیجئے لفظ "انحر" نحر سے مشتق ہے، اونٹ کی قربانی کو نحر کہتے ہیں، بعض اوقات مطلقاً کسی بھی جانور کی قربانی کیلئے لفظ نحر مستعمل ہوتا ہے، اونٹ کی قربانی کا مسنون طریقہ اس کا پاوں باندھ کر حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر خون بہا دینا ہے اور گائے بکری وغیرہ کی قربانی کا طریقہ جانور کو لٹا کر حلقوم پر چھری چلانا ہے، اگرچہ کہ مالی عبادتیں اسلام میں متعدد ہیں مگر قربانی مالی عبادتوں میں اس بنا پر خاص اہمیت اور امتیاز رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا بت پرستی کے شعار کے خلاف ایک جہاد ہے اس لئے کہ مشرکین بتوں کے نام پر قربانیاں کرتے ہیں اور مسلمان صرف اور صرف ایک اللہ کے نام پر قربانیاں کرتے ہیں۔

جس طرح سورۂ کوثر میں قربانی کا حکم نماز کے حکم کے ساتھ ہی دیا گیا ہے اسی طرح قرآن کریم میں ایک اور جگہ بھی نماز کے ساتھ قربانی کا تذکرہ موجود ہے، وہ یہی آیت ہے جو بطور دعا بوقتِ قربانی پڑھی جاتی ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ O (الانعام/۱۶۲)

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد سورتوں کو اپنی مخلوقات میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر شروع فرمایا ہے۔

جہاں کسی اہم ترین بات کو لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانا مقصود ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہاں قسم کھا کر اس حقیقت کو بیان فرماتے ہیں۔ سورۂ فجر کی ابتدا میں بھی اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھاتے ہوئے کفر و معصیت کے بدلے میں مجرم قوموں کو ملنے والی آخرت کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات ہیں مگر ان میں سے چند کو منتخب کر کے قسم کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے اس کی اہمیت و فضیلت ضرور موجود ہے۔ اس سورت میں فجر، دس راتیں، جفت (جوڑ) طاق (وہ عدد جو جفت نہ ہو) اور رخصت ہوتی ہوئی رات کی قسم کھائی گئی ہے۔ مذکورہ پانچ چیزوں میں سے ہر ایک کے بارے میں ائمہ مفسرین کے مختلف اقوال منقول ہیں۔

بعض حضرات مفسرین نے ''فجر'' سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح مراد لی ہے سوال یہ ہے کہ صرف **وَالْفَجْرِ** کا لفظ موجود ہے تو مفسرین کا اس سے ذی الحجہ کی صبح مراد لینا کس بنیاد پر ہے؟ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن کے لئے ایک رات اس کے ساتھ لگا دی ہے جو اسلامی اصول کے مطابق دن سے پہلے ہوتی ہے مگر صرف ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کا دن ہی ایسا دن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی رات نہیں کیونکہ دسویں ذی الحجہ سے پہلے جو رات ہے وہ شرعی اعتبار سے عرفہ ہی کی رات ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی حج کرنے والا عرفہ کے دن میدان عرفات میں نہ پہنچ سکا تو رات کو صبح صادق سے

پہلے کسی وقت بھی عرفات میں پہنچ گیا تو اس کا وقوف معتبر اور حج صحیح ہو جاتا ہے، بہر حال اس سے یہ معلوم ہوا کہ یوم عرفہ کی دو راتیں ہیں ایک اس سے پہلے اور دوسری اس کے بعد اور دسویں ذی الحجہ کی کوئی رات نہیں اس لحاظ سے دسویں ذی الحجہ کی صبح تمام دنوں میں ایک خاص شان رکھتی ہے اسی لئے **وَالْفَجْرِ** سے مراد دسویں ذی الحجہ کی صبح مراد لی گئی ہے۔

دوسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے "**لَيَالٍ عَشْرٌ**" (دس راتیں) ہے، حضرت ابن عباسؓ، قتادہ، مجاہد، سدی، ضحاک اور کلبی وغیرہ کے نزدیک دس راتوں سے ذی الحجہ کا پہلا عشرہ مراد ہے۔

ابوالزبیرؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے **والفجر وَلَيَالٍ عَشْرٍ** کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرَةِ ○(صحیح بخاری کتاب العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عمل صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہے اتنا کسی دوسرے دن میں نہیں۔

ایک اور حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص ان ایام میں سے ایک دن روزہ رکھے تو ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، یعنی ایک روزے کا ثواب بڑھا کر ایک سال کے روزوں کے ثواب کے برابر کر دیا جاتا ہے، اور فرمایا

کہ ان دس راتوں میں ایک رات کی عبادت لیلتہ القدر کی عبادت کے برابر ہے یعنی اگر ان راتوں میں سے کسی بھی ایک رات میں عبادت کی توفیق ہوگئی تو گویا لیلتہ القدر میں عبادت کی توفیق ہوگئی۔ (سنن ترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی ایام العشر)

ذی الحجہ کی خاص دو عبادتیں

اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ میں دو اہم عبادتیں رکھی ہیں جن میں سے ایک فرض (حج) ہے اور دوسری واجب (قربانی) ہے ایک طرف حج جیسے اہم رکن کی ادائیگی کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسی زمانے کو منتخب کیا اور دوسری طرف حضرت ابراہیمؑ کی فقید المثال قربانی کی اس عظیم سنت کیلئے بھی اسی زمانے کو منتخب کیا اور یہ دونوں عبادتیں ایسی ہیں کہ ان ایام کے سوا کسی دوسرے ایام میں ادا نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کا اس زمانے کو یہ امتیاز بخشنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ ایام اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم ہیں۔

اس عشرہ میں ایسا نہ کیجئے

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ ؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ وَاَرَادَ بَعْضُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَأْخُذُنَّ شَعْراً وَلَا یَقْلِمَنَّ ظُفْرًا ○ (رواہ مسلم)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوجائے (یعنی ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا جائے) اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اس کو چاہئے کہ قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن بالکل نہ تراشے......

چونکہ یہ مہینہ حج کا مہینہ ہے، ذی استطاعت خوش نصیب لوگ اپنے فریضہ کی ادائیگی کیلئے دور دراز سے کعبۃ اللہ میں جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹ رہے ہیں یہ اللہ کے سعادت مند بندے دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں، دنیا بھر کے دوسرے وہ مسلمان جو حج میں شریک نہیں ہوسکے ان کو حکم یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ ٹھیک اسی دن اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قربانیاں پیش کریں اور جس طرح حجاج کرام احرام باندھنے کے بعد بال یا ناخن نہیں ترشواتے اسی طرح وہ مسلمان جو قربانی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ بھی ان سعادت مند حجاج کرام سے نسبت اور روحانی ربط قائم کرنے کی خاطر بال یا ناخن نہ ترشوائیں تاکہ ان حجاج کرام سے ادنیٰ سی مشابہت اور موافقت پیدا ہوجائے اللہ تعالیٰ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کو بھی حج کی یہ مبارک سعادت نصیب فرمائے۔

یوم عرفہ کی حقیقت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِىْ بَعْدَهٗ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے اُمید کرتا ہوں کہ عرفہ کا روزہ کفارہ ہوجاتا ہے ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کیلئے۔

بیہقی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنی زبان کی (بری باتوں سے) اپنے کانوں کی (حرام آواز سننے سے) اپنی آنکھ کی (حرام مناظر دیکھنے سے) عرفہ کے دن حفاظت کی تو روزۂ عرفہ کی برکت سے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

شرح السنہ میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کے مجرمین، عرفہ سے زیادہ اور کسی دن آزاد نہیں کیئے جاتے۔

بیہقی ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ عرفہ کا روزہ ایک ہزار روزوں کے برابر ہے۔

درمنثور میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک نہ اس سے زیادہ کوئی دن افضل ہے اور نہ کسی دن میں عمل کرنا اس دن میں عمل کرنے سے افضل ہے پس **لا اله الا الله** اور **الله اکبر** کی اس عشرہ میں کثرت رکھو کیونکہ یہ تہلیل، تکبیر اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔

غلط فہمی کا ازالہ

مسلم کی روایت سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ عرفہ کا روزہ پچھلے اور اگلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے تو اس حدیث سے عموماً ایک غلط فہمی یہ ہوجاتی ہے کہ بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ کبیرہ اور صغیرہ سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

جس طرح اعضاء وضو کے دھونے کے بارے میں یہ خوشخبری ہے کہ ہر عضو کے دھوتے وقت اس عضو کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور نماز پڑھنے کیلئے جب انسان مسجد کی طرف چلتا ہے تو ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہوجاتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے، اس قسم کی جتنی احادیث ہیں ان میں گناہوں کے معاف ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ صرف چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہوجاتے ہیں ورنہ کبیرہ گناہوں کی معافی تو توبہ ہی سے ہوتی ہے اور اگر ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق بندوں سے ہے تو ظاہر ہے کہ جس کے حق

کو ضائع کیا ہے اس سے معافی مانگنی پڑے گی، مثلاً اگر کسی نے کسی کی غیبت کی اور یہ کبیرہ گناہ ہے یہ اسی وقت معاف ہوتا ہے جب کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس سے معافی مانگ لی جائے اس قسم کے گناہ وضو کرنے یا نماز کیلئے چلنے یا عرفہ کا روزہ رکھنے سے معاف نہیں ہوتے۔

تکبیر تشریق کیوں پڑھی جائے؟

ماہ ذی الحجہ کی ۹/تاریخ کی فجر سے ۱۳/ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق کا ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ایک سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں دنوں میں ان تکبیرات کو کیوں پڑھنا چاہئے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چونکہ حضور ﷺ سے اس کا پڑھنا ثابت ہے اس لئے پڑھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ ایک بات قابل غور یہ ہے کہ جس طرح ان مبارک دنوں میں اللہ کے لاکھوں بندے بے نیاز مولیٰ کے سامنے پرکشش خانۂ کعبہ پہنچ کر ایک مخصوص قسم کا (عاجزانہ و خاکسارانہ احرام) لباس پہن کر اپنے آپ کو عاجز، محتاج، طلب گار، حاجت مند ظاہر کرتے ہوئے اپنے حقیقی مولیٰ کی بڑائی و کبریائی بیان کر رہے ہیں اسی طرح دنیا کے سارے مسلمان اپنے اپنے مقامات پر بھی اپنی عاجزی، کمتری، خاکساری اور محتاجی کا احساس رکھتے ہوئے ان کلمات کو پڑھیں اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں اور دل سے یہ فیصلہ کرلیں کہ اے اللہ! آپ سے بڑھ کر اور آپ کے برابر کوئی ذات نہیں اور ہم آپ کی بڑائی کا اقرار کرتے ہیں۔

تکبیر تشریق یہ ہے

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡد ○

تکبیر تشریق عورتیں بھی پڑھیں

تکبیر تشریق کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ صرف مردوں پر واجب ہے حالانکہ تکبیر تشریق عورتوں کیلئے بھی مشروع ہے، مرد تو جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے سے یہ تکبیر پڑھ ہی لیتے ہیں، مگر عورتیں اکثر اس تکبیر کے پڑھنے میں غفلت کرتی ہیں اور غفلت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انہیں اکثر یاد نہیں رہتا اس لئے ایک تدبیر عورتیں یہ کر سکتی ہیں کہ اپنی نماز کی جگہ ایک کاغذ پر یہ دعا لکھ کر دیوار پر چسپاں کر دیں تا کہ نماز کے وقت یاد رہے۔

نوٹ:

مردوں کو چاہئے کہ تکبیر تشریق آواز سے پڑھیں اس لئے کہ مردوں پر بلند آواز سے تکبر کہنا واجب ہے اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ آہستہ آواز سے کہیں۔

تکبیر تشریق کے مسائل

تکبیر تشریق ایک دفعہ کہنا واجب ہے اس سے زیادہ واجب نہیں اور در مختار میں نقل کیا گیا ہے کہ زیادہ کہنے میں فضیلت اور ثواب ہے کچھ حرج نہیں ہے، لیکن شامی میں ابوالسعود سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ سے زیادہ کہنا خلاف سنت ہے، پس بہتر یہ ہے کہ ایک دفعہ پر اکتفاء کیا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵ص:۲۰۴)

ایام تشریق کی تکبیریں ان لوگوں پر واجب ہوتی ہیں جو جماعت سے نماز ادا

کریں اور اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو اس پر تکبیر کہنا واجب نہیں ہے اور تکبیر نہ کہنے سے اس کی نماز میں کچھ فرق (نقصان) نہیں آتا۔ (فتاویٰ دار العلوم)

تکبیرات تشریق اگر فرض نماز کے بعد ترک کر دیا تو پھر ان کی قضا نہیں ہے توبہ کرنے سے اس کے ترک کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک گاؤں والوں پر تکبیرات تشریق واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے احتیاط اس بارہ میں یہ ہے کہ قریہ والوں پر تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جنہوں نے اللہ کی محبت میں بے مثال و لازوال قربانیاں پیش کی ہیں، سرکش بادشاہ نمرود اور اس کی ساری قوم جو باطل پرست تھی اور ان کے والد جو بت ساز اور بت فروش تھے ان سب کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام حق کا اعلان کیا اور باطل عقائد کو مٹانے کی جان توڑ کوشش فرمائی اور آگ میں ڈالے جانے کو قبول کر لیا مگر نمرود اور ساری قوم کے اس مذہب کو قبول نہ کیا جس سے حقیقی خالق و مالک کی ناراض ہوتے ہیں ، اور دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ ناقابل فراموش زندۂ جاوید قربانی بھی ہے جس کا تذکرہ ہم کرنے جارہے ہیں۔ اللہ کے نیک بندے اللہ کے حکم ہی کو مقصود اصلی بنا کر جیتے ہیں اور اس کے سامنے ساری چیزوں کو بے حقیقت جانتے ہیں جب ہی تو ایک دل یہ فیصلہ کرنے میں تاخیر نہیں کرتا اور فوراً اپنے اس بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے صدفی صد آمادہ ہو جاتا ہے جس بیٹے کو اپنے بڑھاپے میں رب ذوالجلال سے دعا مانگ کر پایا تھا۔

بردبار لڑکے کی بشارت

وَقَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○ (الصفّت:۹۹-۱۰۰)

اس وقت جب کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے اہل وطن سے بالکل مایوس ہوگئے اور وہاں آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہیں لایا تو کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو اچھی جگہ پہنچادے گا۔ چنانچہ آپ اپنی اہلیۂ محترمہ حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو لے کر سفر پر روانہ ہوئے اور عراق کے مختلف حصوں سے ہوتے ہوئے بالآخر ملک شام تشریف لے آئے۔ اس وقت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، اس لئے آپ نے یہ دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما چنانچہ آپ کی یہ دعا مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند کی بشارت یوں سنائی کہ:

فرزند کی ولادت

فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ : ہم نے ایک حلیم المزاج (بردبار) فرزند کی بشارت دی

اس بردبار فرزند کی ولادت کا واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت سارہ نے یہ دیکھا کہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہو رہی ہے تو وہ سمجھیں کہ میں بانجھ ہو چکی ہوں تو انہوں نے اپنی اس خادمہ کو (جو انہیں مصر کے فرعون نے عطا کیا تھا) حضرت ابرہیم علیہ السلام کے حوالہ کر دیا اور کہا کہ ان سے نکاح کرلو چنانچہ حضرت ابرہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کرلیا پس حضرت ہاجرہ کے بطن مبارک سے ایک نرینہ اولاد ہوئی جن کا نام اسماعیل رکھا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

جس فرزند کی بشارت دی گئی اس بارے میں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ دعا کے فوری بعد اولاد ہوئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور ولادت کے درمیان ایک طویل فاصلہ رہا ہے۔

صبر آزما خواب

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے بڑی ارمانوں سے اپنے رب حقیقی سے ایک فرزند مانگا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ نے اس بچہ کی پرورش کی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی یا آپ بالغ ہو چکے تھے اس وقت آپ علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے اکلوتے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین روز متواتر دکھایا گیا اور یہ حقیقت ہے کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اس لئے اس خواب کو صرف خواب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم مانا جائے گا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خواب کو حکم کا ہی درجہ دیا اور ذبح کرنے کا عزم مصمم کرلیا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ۸/ ذی الحجہ کی رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں، پس جب صبح کو اٹھے تو دل میں سوچا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے؟ پھر جب شام ہوئی تو دوسری رات یعنی ۹/ ذی الحجہ (لیلۃ العرفہ) کی رات اسی طرح دیکھا پس جان گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر تیسری رات یعنی ۹/ ذی الحجہ کی رات اسی طرح خواب دیکھا تو صبح اُٹھے اور اپنے بیٹے سے وہی کلمات کہے جو آگے آرہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کیا کہا؟

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ O (الصفت:۱۰۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ برخوردار! میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کررہا ہوں سوتم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا اس میں مجھ سے پوچھنے کی کیا بات ہے، جب آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم کیا گیا ہے تو آپ بلا تامل تعمیل کیجئے، انشاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ باپ بیٹے کی اس گفتگو میں ایک سوال آپ کے ذہن پر سوار ہوگیا ہوگا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو ذبح کرنے کا حکم ہو چکا تھا تو بیٹے سے اس طرح کیوں پوچھا کہ تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ بیٹے کی زبان سے کیا جواب نکلے گا؟ اس خدائی آزمائش میں وہ پورا اُترے گا یا نہیں (لیکن خلیل اللہ کے اس فرمانبردار بیٹے نے یہ جواب دے کر اپنے بردبار اور فرمانبردار ہونے کا ثبوت دے دیا)۔

پوچھ لینے میں دوسری حکمت یہ پوشیدہ تھی کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے کچھ کہے بغیر بیٹے کو ذبح کرنے لگتے تو یہ دونوں کیلئے مشکل کا سبب بن جاتا یہ بات بیٹے سے اس لئے ذکر کردی کہ بیٹے کو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم ہوجائے گا تو وہ ذبح ہونے کی اذیت و تکلیف سہنے اور برداشت کرنے کیلئے پہلے سے تیار ہوسکے گا، اور ولو بالفرض بیٹے کو کچھ تذبذب ہوتو ابھی سے اسے سمجھایا جاسکے گا۔

اور دوسری طرف فخر، گھمنڈ، تکبر، خود پسندی کو یک لخت ختم کرکے بے انتہا تواضع، عاجزی اور انکساری کا اظہار اس طرح کیا کہ دنیا میں صرف میں ایک ہی صبر کرنے والا

نہیں ہوں بلکہ دوسرے بھی صبر کرنے والے ہیں اوران صبر کرنے والوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔

کباب میں ہڈی

بوڑھے باپ اپنی ارمانوں سے مانگے ہوئے بیٹے کومحض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر قربان کردینے کیلئے تیار ہوگئے ہیں اورنوجوان فرزنداپنے گلے پرچھری چلوانے کیلئے صدقی صدراضی ہیں تو ان دونوں کے درمیان شیطان نے ''کباب میں ہڈی'' بن کر جو جان توڑ کوشش کی ہے، اس بارے میں بعض تاریخی اورتفسیری روایات میں ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی تھی ،مگرسلام ہواس ثابت قدم پیغمبر علیہ السلام پرجنہوں نے تینوں مرتبہ سات کنکریاں مارکر بھگادیا اوراس شیطان کی ناپاک تدبیر کوناکام بنادیا،سلام ہوحضرت اسماعیل علیہ السلام پربھی جوشیطانی وسوسہ سے محفوظ رہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شیطان کے وسوسوں کا شکارنہیں ہوتے۔

پیشانی کے بل لٹادیا

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ O (الصفّت:۱۰۳)

بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ بے مثال عبادت انجام دینے کیلئے قربان گاہ پر پہنچے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اوراپنے کپڑوں کوبھی مجھ سے بچائیے ایسا نہ ہوکہ ان پرمیرے خون کی چھینٹیں پڑیں تو میرا ثواب گھٹ جائے اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی توانہیں غم زیادہ ہوگا۔

اوراپنی چھری بھی تیز کرلیجئے اوراسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیریئے تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے۔اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان سے میرا سلام کہہ دیجئے اوراگرآپ میرا قمیص والدہ کے

پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں شاید اس سے انہیں کچھ تسلی ہو، اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سُن کر ایک باپ کے دل پر کیا گزر سکتی ہے؟ یہ تو ہر حساس باپ کو معلوم و محسوس ہوگا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کا پہاڑ بن کر جواب یہ دیتے ہیں کہ تم اللہ کا حکم پورا کرنے کیلئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا آنسو ٹپکتے آنکھوں کے ساتھ انہیں باندھا اور انہیں پیشانی کے بل خاک پر لٹا دیا۔

گلا کیوں کٹتا نہیں؟

اور چھری چلانی شروع کی لیکن چھری بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہیں تھا چھری سے نہ کٹنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا درمیان میں حائل (آڑ) کر دیا تھا۔

آفاقی اعلان

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ○ (الصفت:۱۰۴-۱۰۵)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں بال برابر بھی کمی نہیں کی تو دریائے رحمت نے جوش مارا اور یہ آفاقی اعلان آ گیا۔ ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

مخلص کو کیسا صلہ ملتا ہے؟

جب اللہ کے نیک بندے اس کے حکم کے سامنے ہر چیز کو قربان کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے اس طرح نوازتے ہیں کہ دنیا کی تکالیف سے بھی نجات دے دیتے ہیں اور آخرت کا اجر وثواب ان کے نامۂ اعمال میں بطور ذخیرہ محفوظ کر دیتے ہیں چنانچہ جب باپ اور بیٹے نے اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم

کردیئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچالیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی جو نعمت دی گئی تھی اس نعمت کو برقرار بھی رکھا اور ایک بیٹے کو اللہ کے راستے میں ذبح کرنے کا جو اجر وثواب ملنا چاہیئے تھا اس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مستحق بھی بنادیا۔ اور اسماعیل علیہ السلام کے نامۂ اعمال میں یہ لکھ دیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو راہ خداوندی میں قربانی کردیا۔

ذبح عظیم عطا ہوا

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○ (الصفّت:۱۰۷)

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ عام بندوں کے نیک اعمال کی قبولیت کا علم قیامت کے دن اس وقت ہوگا جبکہ ہر ایک کا نامۂ اعمال کھولا جائے گا اور اس دن آدمی اپنے کئے ہوئے ہر نیک اور بد عمل کو بھی دیکھ لے گا اور اس دن اس کے نیک اعمال کے اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوجانے کی اطلاع ملے گی، لیکن اللہ کے جب خاص بندے اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ کوئی غیر معمولی نیک عمل انجام دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس نیک عمل کی مقبولیت کا فوراً اعلان فرمادیتے ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابۂ کرامؓ کے متعدد واقعات اس کی واضح دلیل ہیں، ان ہی میں ایک اہم واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ہے جو اللہ کو اس قدر پسند آیا کہ فوراً حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اے ابراہیم علیہ السلام آپ نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس آسمانی آواز پر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہابیل

نے پیش کی تھی۔ بہرحال اس منتخب آسمانی مینڈھے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربان کیا، اس ذبیحہ کو ذبح عظیم اس لئے قرار دیا گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا تھا اور جو چیز اللہ کی طرف سے بالراست ملی ہو اس کے عظیم ہونے میں کسی مومن و مسلمان کو شبہ نہیں ہوسکتا۔

تا قیامت سلسلہ جاری

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلَامٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ O (الصفت:۱۰۸-۱۰۹)

اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات آنے والوں کیلئے رہنے دی سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر......

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس بے مثال قربانی کو اللہ تعالیٰ نے آنے والوں میں بھی جاری رکھا اور شریعت محمدی کے پروانوں کو بھی اس محبوب عمل کی نقل اُتارنے کا حکم دے کر باپ بیٹے کی اس قربانی کو ذہنوں میں تا قیامت تازہ رکھ دیا اور ہر سال ایام عید الاضحیٰ کو قربانی کے ان جذبات کی تجدید کا ذریعہ بنا دیا۔

قربانی کی تعریف

عبادت کی نیت سے مخصوص ایام (۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحجہ) میں مخصوص جانور کے ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔

دل کی خوشی سے قربانی کیجئے

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا عَمِلَ بْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمِ النَّحْرِ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَ اَشْعَارِهَا وَ اَظْلَا فِهَاوَاَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذی الحجہ

کی دسویں تاریخ یعنی عیدالاضحیٰ کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں ، بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہوکر) آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہونچ جاتا ہے، اے خدا کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔

جس طرح ماہ رمضان میں اللہ کے نیک بندے روزہ رکھ کر بھوک و پیاس کو برداشت کرتے ہیں اور شوال کی پہلی تاریخ کو صدقۂ فطر ادا کر کے نماز عیدالفطر پڑھتے ہیں بالکل اسی طرح ماہ ذی الحجہ میں اللہ کے بندے سفر حج کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہیں اور دسویں ذی الحجہ کو قربانی پیش کر کے نماز عیدالاضحیٰ پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جب اللہ کے بندے قربانی کے جانور کا خون بہاتے ہیں تو ان کے اس محبوب عمل کا نیک نتیجہ یہ نکلے گا کہ قیامت کے روز قربانی کا جانور اسی طرح آئے گا جس طرح کہ دنیا میں قربانی سے پہلے بغیر کسی عیب کے تھا تا کہ وہ قربانی کرنے والے کے ہر ہر عضو کی طرف سے نعم البدل اور پل صراط پر اس کی سواری ہو۔

اس حدیث کے آخری جملہ میں ایک اہم جزئیہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قربانی کرنے کے عوض ملنے والے اجر وثواب کی خوشخبری کو مدنظر رکھتے ہوئے تمہارے دلوں میں خوشی ،فرحت اور بشاشت ہونی چاہئے۔

قربانی کی حقیقت کیا ہے؟

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُ يَا رَسُوْلَ اللّٰه قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْم عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰه قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰه قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ ○ (رواہ احمد وابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب نے

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور کیا تاریخ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، ان صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہمارے لئے یا رسول اللہ ﷺ ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قربانی کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی تو انھوں نے عرض کیا کیا اون کا بھی یا رسول اللہ یہی حساب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اون یعنی اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔

سلام ہو ان صحابہؓ پر جنہوں نے حضور ﷺ سے قربانی کی حقیقت کے بارے میں سوال فرما کر قیامت تک کے مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا اور درود ہو پیارے پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے ان تشنہ سینوں کو علم و حکمت سے بھر دیا صحابۂ کرام کو جب بھی کسی عمل کی ترغیب دی جاتی ان کے ذہنوں میں چوں کہ آخرت کے ثمرات حاصل کرنے کا ذوق غالب ہوتا تھا تو نبی اکرم ﷺ سے یہ پوچھ لیتے تھے کہ اس عمل پر ہمیں کیا ملے گا؟ چنانچہ اسی جذبہ کے تحت صحابہؓ نے قربانی پر ملنے والے اجر کے بارے میں بھی پوچھ لیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی ملے گی صحابہؓ نے پھر یہ جو سوال کیا یا رسول اللہ کیا اون کا بھی یہی حساب ہے صحابہؓ کے اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ بھیڑ، دنبہ، مینڈھا جیسے جانور جن کی کھال پر گائے بیل یا بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے بلکہ اون ہوتا ہے اور یقیناً اون میں سے ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں تو کیا ان اون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی کی شرح سے ملے گا یا کوئی دوسرا حساب ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں یعنی اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا۔

قربانی کرنے میں حضور ﷺ کی پابندی

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّىْ ○ (ترمذی)

سیرت نبوی ﷺ سے واقف ہر فرد حضور ﷺ کی ترسٹھ (۶۳) سالہ زندگی کے آخری دس (۱۰) سال سے اچھی طرح باخبر ہے، اس حدیث میں آپ ﷺ کا عیدالاضحیٰ کے دن معمول بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ پابندی کے ساتھ ان دس (۱۰) سالوں میں ہر سال قربانی کرتے رہے۔

حضور ﷺ کا پابندی کے ساتھ قربانی کرنا خود قربانی کی فضیلت اور اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے، نیز ایک صحابی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے کہ آپ بجائے ایک کے دو مینڈھوں کی قربانی کر رہے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کروں چنانچہ ایک قربانی میں اپنی طرف سے اور دوسری آپ ﷺ کی جانب سے کرتا ہوں حضرت علیؓ کو حضور ﷺ کا وصیت کرنا بھی قربانی کی فضیلت واہمیت کو بتاتا ہے۔

قربانی کا مقصد

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ○ (الحج : ۳۷)

اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ ۔

قربانی کے اس عمل کو دیکھ کر حقیقت سے ناواقف شخص یہ سمجھے گا کہ قربانی اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ اس کا گوشت کھایا جائے لیکن قربانی کا مقصود نہ تو خون ہے نہ گوشت بلکہ قربانی کا مقصود قربانی کرنے والے کا اخلاص ہے جس طرح روزہ میں بھوکا رہنا مقصود نہیں، نماز میں اٹھنا بیٹھنا مقصود نہیں بلکہ اخلاص، للّٰہیت، خشوع، خضوع اور اللہ کی محبت ہے اسی طرح قربانی کا مقصود بھی یہی ہے کہ آدمی اللہ کے حکم کو دلی اخلاص کے ساتھ بجالائے اسی لئے مذکورہ آیت میں اس حقیقت کو واضح کردیا گیا کہ اللہ کے پاس قربانی کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون، بلکہ مقصود اصلی دل کا ادب اور تقویٰ پہنچتا ہے۔ اگر کوئی صرف گوشت یا چرم کو مقصود بنا کر قربانی کرے تو یقیناً اس کی مثال اس انسانی جسم کی سی ہے جس میں سے روح نکل گئی ہو۔

قربانی کے ایام

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ O (الحج:۲۸)

تاکہ ایام مقررہ میں اللہ کا نام لیں جو خدا تعالیٰ نے ان کو عطا کئے ہیں۔

مسلمان اسی وقت کامل مسلمان کہلائے گا جب اللہ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت واتباع کرے گا اور جس عبادت کو جس وقت کے ساتھ مخصوص کردیا گیا ہے اسی وقت میں وہ عبادت کرے مثلاً جن ایام میں حج کرنا چاہئے ان ہی ایام میں حج کرنا عبادت ہے، اسی طرح قربانی کے بارے میں بھی قرآن مجید نے **''اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ''** مقررہ ایام کی شرط لگا کر بتادیا کہ قربانی انہی دنوں میں عبادت ہے، اگر ان دنوں کے

علاوہ کسی اور دن میں کرے گا تو یہ عبادت نہیں ہوگی۔

اور یہ بات جان لیں کہ ایام مقررہ سے مراد ذی الحجہ کی دسویں، گیارھویں اور بارھویں تاریخیں ہیں، البتہ دسویں ذی الحجہ کو نماز عید کے بعد سے قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید قربانی کے دن خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا آج کے دن کے خاص کاموں میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اللہ کے حضور میں نماز عید ادا کریں پھر وہاں سے لوٹ کر ہم قربانی کریں جو اس طرح کرے گا وہ ہمارے طریقے کے مطابق ٹھیک کرے گا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر ڈالی اس کی قربانی بالکل نہیں ہوئی بلکہ اس نے گھر والوں کے گوشت کھانے کیلئے بکری ذبح کر لی ہے (اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں)۔

اس حدیث سے اس بات کا ثبوت مل گیا کہ قربانی کا اصل وقت عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے امام اعظم ابوحنیفہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ ان تینوں ائمہ کے نزدیک قربانی کا آخری وقت ذی الحجہ کی بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ آخری وقت تیرھویں تاریخ تک رہتا ہے تینوں ائمہ کیلئے ابن عمرؓ کا یہ قول دلیل ہے کہ بقر عید کے دن کے بعد قربانی کے دو دن ہیں۔

قربانی کا جانور ایسا ہو

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یُضَحِّیْ بِکَبْشٍ اَقْرَنَ فَیَحِیْلُ فِیْ سَوَادٍ وَیَاْکُلُ فِیْ سَوَادٍ وَ یَمْشِیْ فِیْ سَوَادٍ O (ترمذی)

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ایسے سینگ دار اور فربہ دنبہ کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھتا تھا یعنی اس کی آنکھوں کے اطراف سیاہی (کالا پن) تھی، سیاہی میں کھاتا تھا یعنی اس کا منہ بھی سیاہ تھا اور سیاہی میں چلتا تھا یعنی اس کے پاوں بھی سیاہ تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہی اور سفیدی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ ایسے جانور کی قربانی کرنا جو بہت زیادہ فربہ اور موٹا ہو مستحب ہے چنانچہ ایک فربہ بکری کی قربانی دو دبلی بکریوں کی قربانی سے افضل ہے۔

قربانی کا جانور ایسا نہ ہو

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سُئِلَ مَاذَا یُتقٰی مِنَ الضَّحَایَا فَاَشَارَ بِیَدِہٖ فَقَالَ اَرْبَعًا اَلْعَرْجَاءُ اَلْبَیِّنُ ظِلْعُهَا وَالْعَوْرَآءُ اَلْبَیِّنُ عَوْرُهَا وَالْمَرِیْضَةُ اَلْبَیِّنُ مَرْضُهَا وَالْعَجْفَاءُ اَلَّتِیْ لَاتَنْقٰی ○ (مالک احمد ترمذی ابوداود)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے؟ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور بتایا کہ ''چار''۔(۱) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن بہت کھلا ہوا ہو (۲) ایسا جانور جس کی ایک آنکھ خراب ہوگئی ہو (۳) ایسا جانور جو بہت بیمار ہو (۴) ایسا جانور جو اتنا

کمزور اور لاغر ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا ہو۔

صحابۂ کرامؓ کے سوال کا مقصود یہ تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسی خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے جانور قربانی کے قابل نہیں رہتا، چنانچہ حضور ﷺ نے یوں جواب دیا کہ عیوب اور نقائص یہ (مذکورہ) ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی عیب اور نقص اگر جانور میں پایا جائے تو وہ جانور قربانی کے قابل نہیں رہتا۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُضَحِّيَ بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ ○

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا کہ جس کا سینگ ٹوٹا ہوا یا کان کٹا ہوا ہو۔

قربانی چونکہ عاجز بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں نذر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کے بندے اپنی اپنی استطاعت کی حد تک اچھے سے اچھے جانور کو منتخب کریں۔ یہ بات یقیناً بہت ہی بری ہے کہ قربانی کیلئے لولا، لنگڑا، اندھا، کانا، بیمار، مریل، سینگ ٹوٹا، کان کٹا، جانور منتخب کیا جائے۔

قربانی کے حصے

عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَلْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ ○

حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قربانی کیلئے ایک گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

بکری ،دنبہ، بھیڑ یہ صرف ایک آدمی کی طرف سے ہے، گائے ، بیل ،بھینس ، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسَنَّةً اِلَّا اِنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جِذْعَةً مِّنَ الضَّأْنِ (رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم قربانی میں صرف مسنہ جانور ذبح کرو ہاں اگر مسنہ نہ پاؤ تو پھر دنبہ یا بھیڑ کا جذعہ ذبح کرلو۔

مسنہ یا جذعہ کسی خاص جانور کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جو قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلہ میں مستعمل ہے چنانچہ حنفی مسلک کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ اونٹوں میں وہ اونٹ مسنہ کہلاتا ہے جو پورے پانچ سال کی عمر کا ہو اور چھٹے برس میں داخل ہو چکا ہو۔ گائے بھینس اور بیل میں مسنہ اسے کہتے ہیں جو پورا دو سال کی عمر کا ہو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ بکری بھیڑ اور دنبہ میں مسنہ وہ ہے جو اپنی عمر کا پورا ایک سال گزار کر دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ ہاں بھیڑ یا دنبہ کا وہ بچہ جس کی عمر ایک برس سے تو کم ہو مگر چھ مہینہ سے زیادہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

بہرحال قربانی کیلئے اونٹ پانچ سال کا ہو، گائے بھینس اور بیل دو سال کے ہوں، بھیڑ، بکری اور دنبہ ایک سال کے ہوں۔

بکرا، بکری، مینڈھا، مینڈی، بھیڑ، گائے ،بھینس ، اونٹ ،اونٹنی ان جانوروں کی قربانی کی جاسکتی ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مقیم ہو اور شرعی مسافر نہ ہو اور نصاب کے بقدر مالیت کا مالک ہو جو اس کی ضروری حاجات سے زائد ہو، خواہ اتنی مالیت پہلے سے حاصل ہو یا عیدالاضحیٰ کے دن حاصل ہوجائے، باپ پر بالغ اولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔ اگر اولاد مالک نصاب ہوتو باپ کو چاہئے کہ نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرے۔ شوہر پر بیوی کی طرف سے قربانی واجب نہیں اگر بیوی مالک نصاب ہے تو اس پر واجب ہے۔

قربانی غلام، مسافر اور محتاج پر واجب نہیں قربانی کے نصاب پر سال کا گزرنا ضروری نہیں بلکہ عید سے قبل تھوڑا بھی وقت گزر جائے تو قربانی واجب ہوتی ہے۔

قربانی کا طریقہ

عَنْ اَنَسٍؓ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ ذَبَحَھُمَا بِیَدِہٖ وَسَمّٰی وَ کَبَّرَ قَالَ رَاَیْتُہٗ وَ اضِعًا قَدَمَہٗ عَلٰی صَفَاحِھَا وَ یَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (بخاری و مسلم)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہی وسفیدی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی، اپنے دست مبارک سے ان کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ ذَبَحَ النَّبِیُّ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ فَلَمَّا وَجَّھَھُمَا قَالَ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ

فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْن اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ O (رواہ احمد وابوداود)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ قربانی کے دن رسول اللہ ﷺ نے سیاہی سفیدی مائل سینگوں والے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی، جب آپ ﷺ نے ان کا رخ صحیح یعنی قبلہ کی طرف کرلیا تو یہ دعا پڑھی (جو اوپر مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے) میں نے اپنا رُخ اس اللہ کی طرف کرلیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر ہر طرف سے یکسو ہوکر اور میں شرک والوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز وعبادت اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے اس کا کوئی شریک ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ہے اور میں حکم ماننے والوں میں ہوں اے اللہ یہ قربانی تیری ہی طرف سے اور تیری ہی توفیق سے ہے اور تیرے ہی واسطے ہے، تیرے بندے محمد ﷺ کی اور اس کی اُمت کی جانب سے **بسم اللہ واللہ اکبر** یہ دعا پڑھ کر آپ ﷺ نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اس کو ذبح کیا۔

قربانی کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ اگر وہ ذبح کے آداب جانتا ہو تو قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، ورنہ بصورت دیگر اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص سے ذبح کرائے اور خود وہاں موجود رہے۔

حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس کھڑی رہو اور حاضر رہو کیونکہ قربانی کے ہر خون کے قطرہ کے بدلہ میں تمہارے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا یعنی **بِسْمِ اللّٰہِ** کہنا حنفیہ کے نزدیک شرط ہے اور تکبیر یعنی **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** کہنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔

ویسے حضور ﷺ کی مذکورہ حدیث کے ضمن میں قربانی کی دعا معلوم ہو چکی ہے مگر ہم الگ سے یہ دعا لکھ رہے ہیں۔

پہلے یہ دعا پڑھ لیں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذَالِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَكَ وَ مِنْكَ ۔ پھر **بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ** کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِكَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ O

اگر کسی دوسرے کی طرف سے ہو تو منی کے بجائے **من فلان**...... کہہ دے

قربانی کے گوشت کا حکم

فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِیْرَ O (الحج:۲۸)

ان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو (کہ یہ جائز ہے) اور مستحب یہ ہے کہ مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو۔

قربانی کے گوشت میں قربانی کرنے والے کو تین قسم کے اختیار شرعاً حاصل ہیں۔ (۱) خود کھانا یا استعمال کرنا (۲) دوسرے کو کھلانا یا استعمال کیلئے دینا (۳) فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دینا۔

اس حکم کی بنیاد پر قربانی کے گوشت کے تین حصے کیئے جائیں، ایک حصہ محتاجوں اور فقیروں کو خیرات کر دیں، اور دوسرا حصہ عزیزوں اور ہمسایوں میں تقسیم کر دیں اور تیسرا حصہ آپ معہ اہل وعیال استعمال کریں، عزیزوں اور ہمسایوں کو کچا گوشت تقسیم کر دیں یا پکا کر کھلا دیں، اور اپنا حصہ اسی وقت استعمال کریں یا خشک کر کے اٹھا رکھیں دونوں صورتیں جائز ہیں۔

اگر کسی نے قربانی کرنے کی منت مان لی یعنی کسی نے قربانی کے دنوں سے پہلے یہ نذر مانی کہ اگر فلاں کام ہوگا تو قربانی کروں گا اور پھر اس نے قربانی کی تو ایسی قربانی کے گوشت کو مکمل صدقہ کرنا لازم ہے، خود استعمال کرنا یا عزیزوں میں تقسیم کر دینا درست نہیں۔

جو قربانی میت کے وصیت کرنے کی وجہ سے کی گئی ہو یعنی اگر مرنے والے نے کسی کو وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو ایسی صورت میں پورا پورا گوشت صدقہ کرنا چاہیئے، اور اگر وصیت نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے میت کے نام پر قربانی کر دیا تو ایسی صورت میں خود استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

قربانی کرنے میں کوتاہیاں

جب تک جانور اچھی طرح ٹھنڈا نہ ہوجائے کھال اُتارنا شروع نہیں کرنا چاہئے اس سلسلہ میں قصاب صاحبان بہت جلدی کرتے ہیں، اور جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے ہی کھال نکالنا شروع کردیتے ہیں، قربانی کرنے والے کو چاہئے کہ وہ قصاب کو اس غلطی سے روک دے۔

جب قربانی دی جاتی ہے تو ذبح کے وقت عورتیں قصاب اور دیگر لوگوں کے سامنے بے حجاب آجاتی ہیں، حالانکہ قربانی واجب ہے اور ایک واجب کو ادا کرنے کے خاطر بے پردہ ہوکر ایک ناجائز چیز کو وجود میں لانا ہرگز مناسب نہیں۔

قصاب یا دوسرے لوگ جانور ذبح کرتے وقت جانور کے سامنے ہی چھری تیز کرتے ہیں حالانکہ یہ بات بھی طریقہ کے خلاف ہے۔

ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہیں کرنا چاہئے لوگ عام طور پر اس کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔

قربانی کا جانور ایام قربانی سے کچھ دن پہلے ہی خریدنا بہتر ہے اور اس کو خریدنے کے بعد اس کی دیکھ بھال بھی کرنی چاہئے اس کیساتھ بے دردی کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے۔

قربانی کیلئے خریدے ہوئے جانور سے ذبح سے پہلے فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہئے، مثلا دودھ نکال لینا، اس پر سوار ہونا یا کھیت وغیرہ کے کام میں استعمال کرنا وغیرہ، اگر دودھ نکال لے تو صدقہ کردے۔

بعض لوگ قربانی کے وقت جانور کے سامنے نہیں رہتے حالانکہ حضور ﷺ نے اس

کی تاکید فرمائی ہے۔

بعض بے رحم قصاب قربانی کے جانور کو بے دردی کے ساتھ قربان گاہ تک لے جاتے ہیں حالانکہ یہ بھی بہت بڑی کوتاہی ہے۔

بعض قصاب کھال اُتارنے اور گوشت کترنے وغیرہ کی اجرت میں قربانی کی کھال طے کرلیتے ہیں اوران پڑھ لوگ اس پر راضی بھی ہوجاتے ہیں، حالانکہ قربانی کی کھال اور گوشت کو قصاب کی اجرت میں دینا درست نہیں۔

چرمِ قربانی کا مصرف

اگر قربانی کا چمڑا یا گوشت نقد روپیہ کے عوض یا کسی چیز کے عوض بیچ دیا تو اس صورت میں قربانی کے گوشت اور چمڑہ کا صدقہ کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ایسی صورت میں خود کھانا یا استعمال کرنا یا کسی مالدار کو کھلانا یا دینا جائز نہیں، چاہے صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کیا ہو چاہے اپنے کھانے یا استعمال کیلئے فروخت کیا ہو۔

قربانی کا چمڑا یا گوشت اگر صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کیا ہوتو فروخت کرنا جائز ہے اور اگر اس رقم کو اپنے کھانے پینے کی غرض سے فروخت کیا ہوتو گناہ ہے۔

اگر قربانی کرنے والے قربانی کی کھال مدرسہ کے مہتمم کو مالک بنادیں پھر وہ مدرسین کی تنخواہ میں یہ روپیہ دے دے تو درست ہے۔(دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ:صفحہ۵۵۴)

چرمِ قربانی کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے جس کے دینے کیلئے فقیر یا مسکین ہونا لازم نہیں بلکہ فقیر، صاحب نصاب، سید، سب کو دینا درست ہے البتہ معاوضہ اور اجرت میں چرمِ قربانی دینا کسی کو بھی درست نہیں نہ امام کی تنخواہ میں نہ موذن کی تنخواہ میں اور امام اور موذن کو اپنی امامت یا موذن کی خدمت کے معاوضہ میں چرمِ قربانی لینا

جائز نہیں۔ چرم قربانی کا حکم اس وقت میں بدل جاتا ہے جب اس کو فروخت کر دیا جائے۔(فتاویٰ محمودیہ۔جلد:۸۔صفحہ:۲۲۱)

کیا قربانی کے ساتھ عقیقہ درست ہے؟

بڑے جانور کی قربانی میں اگر کوئی حصہ دار عقیقہ کی نیت سے شریک ہوا تو قربانی کے بڑے جانور میں اس طرح عقیقہ کا حصہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ، جلد دوم: صفحہ:۸۶)

قربانی کی قضا

قربانی کے سات شرکاء میں سے ایک نے گزشتہ سال کی قربانی کی نیت کی تو سب کی قربانی درست ہو جائے گی، لیکن اس شریک کی جس نے قضا کی نیت کی ہے نفل قربانی ہوگی قضا ادا نہ ہوگی قضا کے عوض ایک اوسط درجہ بکرے کی قیمت خیرات کرنی ضروری ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۸۶)

یکم شوال اور دس ذی الحجہ (عیدین)

یہ ایک حقیقت ہے کہ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی زندگی انفرادی تھی، ہجرت سے پہلے مسلمانوں میں کوئی اجتماعی عمل نہیں تھا، جب حضور ﷺ اور صحابۂ کرامؓ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو اجتماعی اعمال کا آغاز ہوا، اور چونکہ انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ کچھ مخصوص گھڑیاں مسرت اور خوشی کے بھی ہوں تو اسلام نے اسی تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے سال میں دو دن ایسے رکھے ہیں جن کو عید کا دن کہا جاتا ہے۔

یہ تو حقیقت ہے کہ ہر قوم کے کچھ نہ کچھ تہوار اور جشن کے ایام ہوتے ہیں جن میں اس قوم کے افراد اپنی استطاعت کے مطابق اچھا لباس اور عمدہ کھانے پکاتے ہیں۔

مگر اسلام میں جو دو دن عید کے مقرر کئے گئے ہیں ان میں نہ افراط ہے نہ

ایذا رسانی، نہ اسراف ہے نہ اکراہ، بلکہ ایک سنجیدہ نظام ان دنوں میں رکھا گیا ہے۔

مسلمانوں کی پہلی عید کو ''عید الفطر'' کہتے ہیں جو یکم شوال کو ہوتی ہے، اور دوسری عید ''عید الاضحیٰ'' ہے جو ذی الحجہ کی دس تاریخ کو ہوتی ہے۔

نماز اور خطبہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحیٰ اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْئٍ یَبْدَءُ بِہٖ اَلصَّلٰوۃ ثُمَّ یَنْصَرِفُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَأْمُرُھُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْیَأْمُرُ بِشَیْئٍ اَمَرَ بِہٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ O

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے تھے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رُخ کر کے خطبہ کیلئے کھڑے ہوتے تھے اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خطبہ اور وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور اگر آپ کا ارادہ کوئی لشکر یا دستہ تیار کر کے کسی طرف روانہ کرنے کا ہوتا تو آپ اس کو بھی (نماز و خطبہ کے بعد) روانہ فرماتے تھے، یا کسی خاص چیز کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم دینا ہوتا تو اس موقع پر وہ بھی دیتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ سے واپس ہوتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ عیدین کی نماز مدینہ طیبہ کی آبادی سے باہر اس میدان میں پڑھتے تھے جس کو آپ نے اس کام کیلئے منتخب فرمالیا تھا وہ عید گاہ مسجد نبوی

سے تقریباً ایک ہزار قدم کے فاصلے پر تھی، حضور ﷺ نے بارش کی مجبوری کی وجہ سے ایک مرتبہ مسجد میں بھی نماز پڑھی ہے۔

چونکہ عیدین سے متعلق بہت سی باتیں اہم ہیں جن کے تذکرہ کا یہ موقع نہیں ہے انشاء اللہ عیدین کے جمیع احکامات سے متعلق ایک الگ کتابچہ شائع کیا جائے گا۔ یہاں ہم عیدالاضحیٰ سے متعلق کچھ باتیں بیان کرتے ہیں۔

عیدالاضحیٰ میں حضور ﷺ کا معمول

عَنْ بُرَیْدَۃؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَایَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَطْعَمَ وَلَا یَطْعَمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّیَ O (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت بریدۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ عیدالفطر کی نماز کیلئے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے، اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز عید پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔

بعض لوگ بقرعید کے دن ۱۲ بجے تک کچھ نہیں کھاتے اور یہ کہتے ہیں کہ اس دن آدھے دن کا روزہ رکھنا ہے، اس طرح یہ لوگ عید سے پہلے کوئی چیز کھانے اور پینے کو اپنے اوپر مطلقاً حرام کرلیتے ہیں اور بالکل روزہ دار کی طرح ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ غلط طریقہ ہے بعض علاقوں میں ہم نے دیکھا کہ بقرعید میں عید ملنے کیلئے آئے اور معلوم ہوا کہ وہ ۱۲ بجے تک روزہ سے ہیں کوئی چیز نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، ایسے عقائد سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

عیدگاہ جائیں اور آئیں کیسے؟

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا کَانَ یَوْمَ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیْق ○

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ عید کی نماز کیلئے جس راستہ سے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے تشریف لاتے تھے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس تبدیلی راہ کے ذریعہ مسلمانوں کی اجتماعیت اور شان و شوکت کا زیادہ سے زیادہ اعلان واظہار ہو، نیز عید میں جشن اور تفریح کا جو خاص پہلو مضمر ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مختلف راستوں اور بستی کے مختلف حصوں سے گزریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عید کو آپس کی محبتوں اور الفتوں میں ترقی ہونے اور آپس میں متحد و متفق ہونے کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

تمّتْ بِالْخَیْر